ڈاکٹر اسرار احمد

سُورَۃُ الْاَنْعَام

رکوع ۳

(ایک تقریر جو ۲۳ اپریل ۱۹۷۶ء کی شام کو ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر کی گئی)

سورۃ الانعام قرآنِ حکیم کی طویل ترین مکّی سورتوں میں سے ہے اور داخلی و خارجی دونوں قسم کے قرائن و شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؐ کے قیامِ مکّہ کے بالکل آخری دَور میں پُوری کی پُوری یکبارگی نازل ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ اس میں ایک جانب تو فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ زورِ استدلال اور جوشِ خطابت دونوں اپنے عُروج پر ہیں اور دوسری جانب وہ بحث و تمحیص اور ردّ و قدح بھی پُوری شدّت کو پہنچی نظر آتی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ردِّ عمل کے طور پر مکّہ میں پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ یہ سورت از اوّل تا آخر مشرکین، منکرینِ آخرت اور مکذّبینِ نبوّت و رسالت کے ساتھ ایک مسلسل مناظرے و مجادلے پر مشتمل ہے۔

ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بنیادی نکات تین تھے:

ایک[۱]: اللہ تعالےٰ کی کامل اور بے لاگ توحید کا اقرار و اعلان اور شرک کی ہر صورت کا پُر زور ابطال خواہ وہ کسی کو کسی اعتبار سے اللہ تعالےٰ کا ہم جنس اور ہم کفو قرار دینے کی صورت میں ہو، خواہ اس کی کسی صفت میں اُس کا ہمسر یا ہم پلّہ بنا دینے کی صورت میں ہو، یا کسی کو کسی پہلو سے اس کے حقوق و اختیارات میں اُس کا ساجھی یا ندِّ مقابل یا ضدّ و ندّ ٹھہرانے کی صورت میں ہو۔

دوسرے[۲] ایمان بالمعاد ـــــ یعنی بعث بعد الموت، حشر و نشر، حساب کتاب، جزا و سزا اور جنّت و دوزخ کی حقّانیّت کا اقرار و یقین ـــــ اور

تیسرے[۳] ایمان بالرّسالت ـــــ یعنی انزالِ وحی و کتب اور بعثتِ انبیاء و رُسل کا اقرار تمام

انبیاء و رُسل کی تصدیق اور بالخصوص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کا اقرار و یقین۔

قرآنِ حکیم کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ کتابِ الٰہی کی مکّی سورتوں میں انہی تین اساسی امُور کا اثبات اور ان پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کا پُرزور ابطال تانے بانے کے مانند بُنا ہوا ہے ـ صرف اس فرق کے ساتھ کہ ع "اِک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں!" کے مصداق کہیں ان کا کوئی ایک پہلو زیرِ بحث آگیا ہے کہیں دوسرا، اور کہیں کوئی اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہیں کوئی، کہیں زیادہ زور (EMPHASIS) ایمان باللہ یا توحید پر ہے کہیں ایمان بالآخرت یا معاد پر، اور کہیں بحث اِدھر سے اُدھر کو چلتی ہے کہیں اُدھر سے اِدھر کو! ــــــ سورۃ الانعام میں یہ کیفیت اس حد تک نمایاں ہے کہ اس کے ہر رکوع میں ان تینوں مضامین کا تانا بانا صاف پہچانا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس کے تیسرے رکوع ہی کو لیجیے ــــــ اس میں کل دسؔ آیات ہیں جن میں سے پہلی چار آیات ردِّ شرک پر مشتمل ہیں، درمیانی دوؔ ردِّ منکرینِ نبوّتِ محمدیؐ پر اور آخری چار ردِّ منکرینِ آخرت پر۔ ارشاد ہوتا ہے:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۱

"اور اُس سے بڑھ کر ظالم اور ناانصاف کون ہوگا جو اللہ پر بہتان تراشے یا اُس کی نشانیوں کو جھٹلائے حقیقت یہ ہے کہ ایسے ظالم کبھی فلاح سے ہمکنار نہ ہو سکیں گے۔"

گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی حیثیت سے کسی کو شریک کرنا دوہرا جُرم ہے ــــــ اس لیے کہ ایک طرف تو یہ اللہ تعالیٰ پر صریح افترا اور بہتان تراشی ہے اور دوسری طرف ان تمام آفاقی، انفسی اور تنزیلی آیات کی تکذیب ہے جو گویا پکار پکار کر توحیدِ خالص کی شہادت دے رہی ہیں۔

آگے فرمایا:

وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَیْنَ شُرَکَآؤُکُمُ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۲۲ ثُمَّ لَمْ تَکُنْ فِتْنَتُھُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ ۝۲۳ اُنْظُرْ کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۲۴

"اور یاد کرو وہ دن جب ہم جمع کریں گے ان سب کو، پھر پوچھیں گے مشرکوں سے کہاں ہیں تمہارے وہ شرکا جنہیں تم نے ہمارا ساجھی سمجھا تھا۔ اُس وقت ان کی ساری فتنہ پردازی دھری رہ جائے گی اور ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہ جائے گا کہ قسم کھا کر کہیں ہمیں اللہ ربّ العزت کی قسم ہے ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ دیکھا تم نے کیسا جھوٹ تراشا انہوں نے اپنے آپ پر اور ہوا ہو گیا اُن کا سارا افترا۔"

ان آیات میں کھلے کھلے مشرکین کے کھسیانے پن کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ تو واضح ہے ہی، ان برخود غلط لوگوں کے فریب کا پردہ بھی چاک کر دیا گیا ہے جو دعویٰ تو توحید کا کرتے ہیں لیکن ؎

"ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے"

کے مصداق شرک سے بالکلیہ بری ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں اور "وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝" کی کامل تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اس کی نمایاں ترین مثال تو عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث ہے کہ اس دنیا میں بھی جب اُن کے شرک کا پردہ دلائل سے چاک کر دیا جاتا ہے تو اُن کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہ جاتا کہ اپنی تثلیث کو بھی توحید ہی کا رنگ دیں اور ایک میں تین اور تین میں ایک کے لاینحل معمّے کے دامن میں پناہ لیں ——— ویسے اس کی بہت سی دوسری مثالیں بھی ہمارے گرد و پیش موجود ہیں، فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ!

حاصلِ کلام یہ کہ اِن مشرکین کے حصّے میں تمام تر جھوٹ اور افترا ہی آیا ہے۔ اس دنیا میں یہ خدا پر افترا کرتے ہیں، آخرت میں خود اپنے آپ پر جھوٹ تراشیں گے!

اس کے بعد کی دو آیات میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مخالفین و معاندین کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ج وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۵ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ج وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ۲۶

"اور ان میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو (اے نبیؐ) آپ کی بات (بظاہر) کان لگا کر سنتے ہیں لیکن ہم نے (ان کے اعراض و انکار، بغض و عناد اور تعصب اور ہٹ دھرمی کے باعث) ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے۔ (تاکہ سن نہ سکیں) چنانچہ اب وہ خواہ تمام نشانیاں دیکھ لیں، ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں جھگڑا کرتے ہوئے تو وہ لوگ جو کفر پر جم چکے ہیں کہتے ہیں کہ یہ سب اگلوں کی کہانیوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور وہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں اس سے، اور خود بھی محروم رہتے ہیں اس سے، اور وہ نہیں برباد کر رہے مگر صرف اپنے آپ کو لیکن انہیں اس کا شعور حاصل نہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ ہدایت وضلالت کی زد میں آتے ہوئے شامت زدہ لوگوں کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ضد یا تعصب یا اپنے مفادات اور مصلحتوں کے باعث اندھے، بہرے ہو چکے ہوتے ہیں، اور نہ کوئی عقلی و برہانی دلیل اُن کی آنکھیں کھول سکتی ہے نہ کوئی حسّی وظاہری معجزہ۔ بایں ہمہ وہ عوام الناس کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی غرض سے یہ سوانگ رچاتے ہیں کہ بن بن کر حضورؐ کے پاس آتے ہیں اور بظاہر کان لگا کر آپ کی بات سُنتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہوئے اٹھتے ہیں کہ آپؐ نے کوئی نئی بات تو نہیں کہی، یہ تو سب اگلوں کی فرسودہ باتیں ہیں، تاکہ عوام کو باور کرا سکیں کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو علیٰ وجہ البصیرت ردّ کیا ہے، نہ کہ محض ہٹ دھرمی سے۔ آخر میں فرمایا کہ دنیا میں عارضی طور پر اُن کی چال کارگر ہو جائے تب بھی حقیقت میں تو یہ اپنے لیے ہلاکت اور بربادی ہی کا سامان جمع کر رہے ہیں۔ کاش کہ انہیں اس کا شعور ہوتا!

آخری چار آیات میں آخرت کے دو قسم کے منکرین کے انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ایک[1] وہ جو دنیا کی محبت کے باعث آخرت کی جانب سے آنکھیں تو بند کیے رہتے ہیں لیکن ان کے دل کو یہ دھڑکا بھی لگا رہتا ہے کہ مبادا حساب وکتاب اور جزا و سزا کی گھڑی آ ہی جائے، اور دوسرے[2] وہ جو دھڑلّے کے ساتھ آخرت کا صاف صاف انکار کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۲۷ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوا يُخْفُونَ
مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ۲۸

"اور کاش تم دیکھ پاتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے: کاش ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تو ہم اپنے ربّ کی آیات کی تکذیب نہ کریں، بلکہ مومنوں میں شامل ہو جائیں۔ حالانکہ اس وقت اُن پر کھلے گا وہی کچھ جس کو وہ پہلے چھپائے پھرتے تھے۔ اور اگر اُن کو لوٹا دیا جائے تب بھی وہ وہی کریں گے جس سے روکے گئے تھے اور ان کا یہ سارا واویلا سراسر کذب پر مبنی ہوگا"

گویا اس قسم کے لوگوں کا اصل مرض قوّتِ ارادی کی کمزوری اور حبِّ دُنیا سے مغلوبی ہوتا ہے۔ اِس وقت بھی وہ آخرت سے صرف اسی وجہ سے غافل ہیں، ورنہ ان کی فطرت میں تو آخرت کا اقرار مضمر ہے جسے وہ جان بوجھ کر دباتے اور چھپاتے ہیں۔ قیامت کے روز جب وہ حقیقت جس کو انہوں نے شعوری طور پر دبا رکھا تھا کھل کر سامنے آئے گی تو وہ واویلا کریں گے کہ اگر ہمیں ایک اور موقع دیا جائے اور دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو ہم یکسر نیکی اور آخرت طلبی کی راہ اختیار کر لیں گے۔ حالانکہ بالفرض ایسا ہو جائے تو بھی وہ دوبارہ اپنی خواہشاتِ نفس سے مغلوب ہو کر یہی کچھ کریں گے جو اب کر رہے ہیں۔

اور دوسری قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

وَقَالُوٓا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۲۹ وَلَوْ تَرٰىٓ
إِذْ وُقِفُوا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلٰى وَرَبِّنَا ۚ
قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۳۰

"اور وہ کہتے ہیں: نہیں ہے ہماری زندگی مگر بس یہی دنیا کی، اور ہمیں ہرگز دوبارہ اٹھایا نہ جائے گا۔ اور کاش تم دیکھتے جب وہ کھڑے کیے جائیں گے اپنے ربّ کے سامنے اور وہ پوچھے گا: کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں اے ہمارے ربّ! تو ربّ کہے گا: پس چکھو مزا عذاب کا بہ سبب اُس کفر کے جو تم کرتے رہے!"

گویا اُس وقت منکرینِ آخرت کے تکبّر و غرور اور اعراض و انکار کا پردہ چاک ہو جائے گا۔ اور اُن کی شامتِ اعمال حقیقت بن کر سامنے آجائے گی۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝